مالک بن نبیؒ کا فکری پس منظر اور ان کے ادوارِ زندگی کا تعارفی مطالعہ

An Introduction to The Intellectual Background and Life Stages of Malik Bennabi

Dr. Samiul Haq
Alumni, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore
Email: samiulhaqs@gmail.com
Hafiz Ehsan Ullah Habib
Alumni, Department of Islamic Thoughts and Culture, Bahauddin Zakriya University, Multan
Dr. Inayat ur Rahman
Alumni, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore
Email: inayatbary@gmail.com

Abstract
Malik Bennabi's full name is Malik bin Umar bin Khudair bin Mustafa bin Nabi. He was born on January 1, 1905, in the city of Constantine, Algeria. He was born and raised in a poor yet conservative Muslim family. This was a time when Algeria was under French rule, which employed all means to keep Muslims away from education. However, his father recognized the importance of education and, despite the harsh conditions, ensured that his son received an education.

Malik Bennabi is among the thinkers who have most extensively discussed the issues of civilization and the reasons for the decline of Muslims.

He proposed solutions to the collective problems of Muslims considering psychology, sociology, and history.

In addition to highlighting civilizational issues, he also discussed contemporary Western ideologies such as materialism, Marxism, communism, democracy, and Orientalism. Moreover, he examined contemporary Islamic movements, reformist organizations, and individuals.

He authored several invaluable books, but his work is relatively unknown among Urdu-speaking circles. Given his work on Islamic civilization, he has been referred to as the Ibn Khaldun of his time.

This article briefly explores Malik Bennabi's biographical sketch, discussing the stages of his life to provide insight into the nature of his thought and work.

Keywords: Malik Bennabi, Civilization, Colonialism, Sciences and Arts, Causes and Solutions.

مالک بن نبیؒ کا شمار بیسویں صدی کے اہم ترین مسلم مفکرین میں ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب پر ان کے کام کو دیکھ کر انھیں وقت کا ابن خلدون کہا گیا۔ وہ ان مفکرین میں سے ہیں جنھوں نے سب سے زیادہ تہذیب کے مسائل اور مسلمانوں کی پستی کے اسباب پر بات کی ہے۔ انھوں نے علم نفسیات، عمرانیات اور علم تاریخ کی روشنی میں مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کی تجویز پیش کی ہے۔ آپ نے کئی بیش قیمت کتابیں تصنیف کیں، لیکن اردو دان طبقے میں ان کے کام سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔ مالک بن نبیؒ نے تہذیبی مسائل کو اجاگر کرنے کے ساتھ معاصر مغربی افکار جیسے: مادیت، مارکسزم، کمیونزم، جمہوریت اور استشراق پر بھی بات کی ہے، نیز معاصر اسلامی بیداری کی تحریکوں اور اصلاحی تنظیموں اور افراد کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں مختصراً مالک بن نبیؒ کے سوانحی خاکے، سمیت معاصر اسلامی بیداری اور اصلاحی تنظیموں اور شخصیات کے بارے میں اُن کی فکر کو پیش کریں گے، تاکہ بن نبی اور ان شخصیات کے کام کی نوعیت میں سے آگاہی ہو سکے۔

تعارف:

آپ کا پورا نام مالک بن عمر بن خضیر بن مصطفیٰ بن نبی ہے۔ مالک بن نبیؒ یکم جنوری 1905ء کو الجزائر کے شمال مشرق میں واقع "قسنطینہ" شہر میں ایک غریب اور قدامت پسند مسلم خاندان میں پیدا ہوئے۔ وہ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ ان کے والد معمولی ملازمت کرتے تھے جب کہ والدہ درزی کا کام کر کے گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹاتیں۔[1] یہ وہ زمانہ تھا جب الجزائر پر فرانس کا راج تھا، جس نے مسلمانوں کو تعلیم سے دور رکھنے کے تمام حربے استعمال کیے۔ تاہم ان کے والد تعلیم کی اہمیت سے واقف تھے، چنانچہ سخت حالات کے باوجود اپنے بیٹے کو پہلے تبسہ کے مکتب میں داخل کرایا، جہاں انھوں نے قرآن کریم کے کچھ پارے حفظ کیے اور بعد ازاں فرانسیسی نظام تعلیم کے تحت سکول میں داخل ہوئے۔ انٹرمیڈیٹ کا امتحان قسنطینہ سے پاس کیا اور وظیفہ کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے والدین کو اپنے تعلیمی اخراجات کے بوجھ سے آزاد کر دیا۔ انھوں نے "سیدی الجلیس" انسٹی ٹیوٹ میں بھی کچھ وقت گزارا، جہاں سے طالب علم معلم، وکیل، ڈاکٹر، شرعی عدالتوں کے جج اور کلکٹر بن کر نکلتے تھے۔[2]

مالک بن نبیؒ نے عربی زبان وادب کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے شیخ عبد المجید سے صرف ونحو اور شیخ مولود بن موھوب[3] سے علم الکلام اور سیرت کے اسباق پڑھے۔ ان کے فرانسیسی اساتذہ میں مارٹن اور بوہیر تے قابل ذکر ہیں، جن سے مالک بن نبیؒ نے فن تعبیر، مطالعہ، تاریخ اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں الجزائر کے قہوہ خانے اور کافی شاپ ادب و ثقافت کے مراکز ہوا کرتے تھے، جہاں پر ادبی اور علمی محافل منعقد ہوتی تھیں۔ ان قہوہ خانوں نے مالک بن نبیؒ کے ادبی ذوق اور فکری نشو نما میں اہم کردار ادا کیا۔[4]

وہ ایک وسیع المطالعہ شخص تھے، چنانچہ شہر کی تمام لائبریریوں سے ان کا تعلق تھا، جہاں سے وہ کتابیں مستعار لیا کرتے تھے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ان کی فکری نشو نما میں احمد رضا کی کتاب "الفشل الأخلاقي للسياسة الغربية في الشرق" محمد عبدہ[5] کی کتاب "رسالة التوحيد" عبد الرحمن الکواکبی[6] کی معروف کتاب "أم القرىٰ"[7] ابن خلدون کا مقدمہ، جون ڈیوی[8] کی کتاب "How We Think" اور نطشے[9] کی کتاب "Thus Spoke Zarathustra" نے اہم کردار ادا کیا۔[10]

ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے فرانس کا رخ کیا تاکہ وہاں کے تعلیمی اداروں سے مستفید ہو سکیں۔ 1930 میں انھوں نے قانون پڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ داخلہ لینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بعد ازاں وہ "نوجوانان پیرس کا مسیحی یونٹ" نامی تنظیم سے منسلک ہوئے، جہاں ان کو مغربی تہذیب کا گہرائی سے مطالعہ کرنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ پھر اسی نہج پر انھوں نے شمالی افریقہ سے آئے ہوئے طالب علموں پر مشتمل مسلم طلبہ کی یونین بنائی۔[11]

1930 میں انھوں نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ لیکچر زدینا شروع کیے۔ ان کا پہلا لیکچر "ہم کیوں مسلمان ہیں؟" کے عنوان سے تھا، جس میں انھوں نے فلسفیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے روح اور مادہ کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ "روح مادہ کو تشکیل دیتی ہے"۔ مادہ اور روح کے اس تعلق نے ان کے فلسفیانہ مکتب فکر کے خدوخال متعین کئے۔ اپنے تازہ فکر اور نئے انداز فلسفہ کی وجہ سے وہ فرانسیسی مفکرین اور فرانسیسی سامراجی حکومت کی نظروں میں آگئے اور ان کے اہل خانہ کو تنگ کرنا شروع کیا گیا۔ پہلے ان کے والد کے لئے ملازمت میں مسائل پیدا کرتے رہے اور بعد میں انہیں سرکاری نوکری سے برطرف کیا گیا۔ 1956ء میں وہ قاہرہ چلے گئے، جہاں ان کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور اسلامی دنیا میں شہرت ملی۔ قاہرہ میں علماء ازہر کی وساطت سے مختلف علمی و ادبی محفلوں، سیمناروں اور کانفرنسوں میں لیکچر دینا شروع کیا اور اپنی فکر سے لوگوں کو متاثر کیا۔ یہاں قیام کے دوران ہی کچھ دوستوں نے انہیں الجزائر میں فرانسیسی استعمار کے خلاف جاری جدوجہد انقلاب میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے متوجہ کیا۔[12]

الجزائر سے آخری مرتبہ نکلتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے کہا تھا کہ "میں اس سرزمین پر اس وقت تک دوبارہ قدم نہیں رکھوں گا جب تک یہ آزاد نہ ہو جائے۔ یہ کیسی زمین ہے کہ اپنوں کو تو بھوک سے مارتی ہے اور غیروں "فرانسیسیوں" کو کھلاتی رہتی ہے۔[13]" چنانچہ انقلاب جزائر کی کامیابی اور آزادی کے بعد جب تک پہلے وزیر اعظم

احمد بن بیلا کی حکومت (1963-1965) تھی، وہ الجزائر نہیں گئے، اس کے ایک سال بعد ہی الجزائر کو فرانسیسی استعمار سے آزادی ملی۔ انھوں نے بن بیلا[14] کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس نے عوام کے بولنے پر پابندی لگادی تھی۔

مبحث دوم: حالات زندگی

مالک بن نبیؒ نے جس زمانے میں آنکھ کھولی تھی اُس وقت الجزائر فرانسیسی استعمار کے قبضے میں تھا۔ فرانس نے 1930ء میں الجزائر پر قبضہ کیا جو 1962ء تک جاری رہا۔ اس اعتبار سے مالک بن نبیؒ کا دور کئی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پیدائش (1905ء) سے لے کر 1962 تک اور 1962 یعنی آزادی کے آغاز اور فرانسیسی سامراج کے نکلنے سے زندگی کے آخر تک۔[15] ان تمام مراحل کی الگ الگ خصوصیات ہیں، جن کا ذیل میں مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:

1. پہلا دور:

اس مرحلے کو ہم استعمار کے عروج کا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ استعمار کے عروج کا دور 1871ء سے لے کر 1914ء تک ہے، جس میں فرانسیسیوں نے جدوجہد آزادی کی تمام مسلح اور غیر مسلح کوششوں کو کچل دیا اور ملک پر اپنا تسلط جمالیا۔ اس دور میں الجزائر کے لوگوں کو ہر قسم کے ظلم وزیادتی کا نشانہ بنایا گیا اور انھیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ اس ضمن میں فرانسیسی حکومت نے چار بنیادی کام کئے:

(1) حکومت نے میسیحیت کی ترویج اور نشرواشاعت پر زور دیا اور اس کے لئے تمام تر حکومتی وسائل استعمال کرتے ہوئے راہ ہموار کی۔ اسلامی عقیدے کی توہین اور الجزائری قوم کو فرانسیسیوں کے ساتھ میل جول رکھنے پر مجبور کیا تاکہ اُن کی ثقافت سے متاثر ہو جائیں۔ مسلمانوں کو تقسیم کرکے آپس میں لڑانا ان کے اہداف میں شامل رہا، چنانچہ مساجد کو گرجاگھروں میں تبدیل کیا گیا، اسلامی وقف املاک کو حکومتی تحویل میں لیا گیا اور مسلمانوں کے دینی مدارس اور مکاتب کو بند کر دیا گیا۔ دوسری طرف پادریوں کو نصرانیت کی تبلیغ کی کھلی چھٹی دی گئی۔[16] اس ضمن میں مشہور فرانسیسی پادری چارلس مارشل لاویجری (Charles Martial Lavigerie) نے اہم کردار ادا کیا جس نے اعلان کیا تھا کہ "الجزائر مسیحی مملکت کے قیام کے لئے ماں کی گود کی حیثیت رکھتا ہے جہاں سے انجیل کی روشنی میں میسیحیت پوری دنیا میں چمکے گی"[17]

(2) دوسرا کام فرانسیسیوں نے یہ کیا کہ الجزائر کی تہذیب وثقافت پر ضرب لگائی۔ اس کے لئے انھوں نے اسلام اور عربی زبان کے خاتمہ اور فرانسیسی زبان کو زبردستی لازم کرنے کی جدوجہد کی۔ اسلامی روایت کو بدنام کیا اور عربوں کو بربر کے سامنے لاکھڑا کیا۔ اس سب کے لئے انھوں نے سکولوں کو استعمال کیا۔[18]

(3) تیسرا کام الجزائری عوام کو دانستہ طور پر علم سے دور رکھنا تھا، جس کے لئے انھوں نے مساجد، مکاتب اور سکولوں کو منہدم بھی کیا۔ اوقاف پر قبضہ کیا، مسلمانوں کی لائبریریوں کو لوٹا گیا اور کوشش کی گئی کہ الجزائری بچوں کو سرکاری اداروں میں داخلہ نہ ملے یا پھر وہ فرانسیسی نظام تعلیم کے تحت علم حاصل کریں۔[19]

(4) چوتھا کام فرانسیسیوں نے یہ کیا کہ الجزائری عوام کو بھوک وافلاس میں دھکیل دیا۔ اس کے لئے اُن کے مال ومتاع اور جائداد پر قبضہ کیا، اُن پر بھاری ٹیکس عائد کیا۔ سرسبز زرعی زمین اپنے تحویل میں لے لی، فیکٹریوں کو بند کر دیا اور تجارت کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ مسلمان مزدوروں کی اجرت انتہائی کم کر دی اور بے شمار کو ملازمتوں سے دور کر دیا چنانچہ بڑی تعداد میں لوگ بے گھر ہوئے، مختلف بیماریوں نے انھیں گھیر لیا اور بڑے پیمانے پر لوگ ہجرت پر مجبور ہوئے۔[20]

2. دوسرا دور:

مسلح جدوجہد کی ناکامی کے بعد الجزائر میں ایک عرصے تک خاموشی رہی، پھر کچھ علماء نے انفرادی طور پر دعوت واصلاح کا کام کیا لیکن انھیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ استعمار کے خلاف سیاسی محاذ پر جدوجہد کا باقاعدہ آغاز شیخ عبدالحمید بن بادیس[21] نے کیا۔ بن بادیس 1889ء کو اسی شہر میں پیدا ہوئے جہاں مالک بن نبیؒ نے آنکھ کھولی تھی۔ وہ جمعیت العلماء الجزائر کے بانی اور تاحیات صدر رہے، جس کے پلیٹ فارم سے انھوں نے اپنی سیاسی جدوجہد اور سماجی خدمات کا آغاز کیا۔[22]

انھوں نے اپنی دعوت کے لئے تعلیم وتربیت کا میدان چُن لیا۔ انھوں نے تعلیم کے ذریعے اسلام، عربی زبان اور مسلم قومیت کے احیاء کی کوشش کی۔ چنانچہ انھوں نے فکر، عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح پر کام کیا۔[23] انھوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز 1913ء سے کیا تھا، شروع میں اُن کا کام تعلیم وتربیت تک محدود رہا، 1925ء کے بعد جب فرانس نے الجزائر پر قبضے کے سو سال پورے ہونے پر جشن منایا تو انھوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی فکر کی بیداری پر بھی کام شروع کیا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے اسی سال پہلے روزنامہ المنتقد کا اجراء کیا اور پھر شہاب کے نام سے ایک اور اخبار جاری کیا، جو شروع میں ہفت روزہ تھا اور بعد میں ماہنامہ میں تبدیل ہو گیا، یہ باقاعدہ طور پر 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کے آغاز تک شائع ہوتا رہا۔[24] اس عرصے میں شیخ الطیب العقبی[25] نے ترقی پسند کلب کی بنیاد رکھی جس نے اصلاحی تحریک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا[26]۔ بعد میں جمعیت الجزائرین کا مرکز بن گیا

1931ء سے 1940 کے عرصے میں بن بادیس کی سیاسی تحریک نے زور پکڑ لیا، جمعیت العلماء الجزائر کے گرد مسلمان جمع ہوگئے اور آزادی کی جدوجہد تیز کر دی گئی۔ انھوں نے ایک طرف قرآن وسنت کی طرف رجوع کی دعوت دی اور دوسری طرف الجزائری قومیت کے احیاء اور الجزائری معاشرے کا فرانس میں انداماج کی کوششوں کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے عوام کو سمجھایا کہ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنی معاشرتی شناخت کو برقرار رکھیں اور ملک کی آزادی کی جنگ لڑتے رہیں۔[27]

الجزائر میں اصلاحی تحریک کا کام ابتداء میں تربیت اور انفرادی اصلاح تک محدود تھا اور بہت بعد میں اس میں سیاسی جدوجہد شامل ہوگیا۔ فرانسیسی سامراج کے قبضے کے تقریبا ایک صدی بعد الجزائر کے لوگوں کو آزادی حاصل کرنے کا خیال آیا۔ اتنی تاخیر سے سیاسی شعور کی بیداری کے اسباب تو بہت ہوسکتے ہیں لیکن درج ذیل وجوہات قابل ذکر ہیں:

- الجزائری قوم اور فرانسیسیوں کے درمیان مختلف جنگوں اور معرکوں کی وجہ سے اہل علم اور مفکرین کی بڑی تعداد شہید ہوگئی۔
- ان کے اوپر غربت مسلط کی گئی جس کی وجہ سے عوام دو وقت کی روٹی کے درپے ہوگئے اور ملک و قوم اور مفادعامہ کی طرف توجہ کم ہوگئی۔
- بے شمار لوگوں نے ملک سے ہجرت کیا۔
- سامراج نے علم وثقافت کے مراکز کو ہدف بنا کر ختم کر دیا گیا، شرح خواندگی میں بہت کمی ہوئی اور لوگ اسلام سے رفتہ رفتہ دور ہوگئے۔
- الجزائریوں کے لئے امتیازی قوانین بنائے گئے جن کے رُو سے مقامی لوگ سامراجیوں کے غلام بن کر رہ گئے۔[28]

ان وجوہات کی بناپر الجزائر میں قومی بیداری کی تحریک تاخیر سے شروع ہوئیں، سب سے پہلی قومی تحریک 1912ء میں الجزائری نوجوان پارٹی کے نام سے شروع ہوئی، جس نے تمام امتیازی قوانین کے خاتمے اور یورپین کی طرح یکساں حقوق کا مطالبہ کیا۔ نیز تمام عوامی فورمز پر الجزائریوں کی نمائندگی اور تمام طبقات کے لئے یکسان تعلیم کے حق کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے اس تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اس کو ملک بدر کر دیا۔[29]

اس کے بعد وحدة النواب المسلمین کے نام سے ایک پارٹی وجود میں آئی، جس کی بنیاد امیر عبد القادر الجزائری کے پوتے امیر خالد (30) نے چند دوستوں سے مل کر رکھی۔ اس تنظیم نے فرانس کے سامنے دس اہم مطالبات رکھے، جن میں نمایاں یہ ہیں:

- مسلمانوں کو انتخابات کا حق دیا جائے تاکہ وہ فرانسیسی پارلیمنٹ اور سینیٹ میں الجزائر میں موجود فرانسیسیوں کے برابر نمائندوں کو منتخب کر سکیں۔
- تمام امتیازی قوانین اور مخصوص عدالتیں جو الجزائری مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر بنادی گئی تھیں، انھیں ختم کر دیا جائے۔
- الجزائریوں کا حق تسلیم کیا جائے کہ وہ اہلیت کی بنیاد پر بڑی سے بڑی سرکاری عہدے حاصل کر سکتے ہیں۔
- لازمی تعلیم کے قانون کا اطلاق سب پر یکساں ہو اور مسلمانوں کو عربی کی تعلیم حاصل کرنے کی آزادی ہو۔
- تنظیم سازی اور صحافت وخطابت میں کوئی پابندی نہ ہو۔
- سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے اور عام معافی کا اعلان کیا جائے۔
- سوشل ویلفیئر کے قوانین الجزائریوں پر بھی لاگو کئے جائیں نیز الجزائر کے مزدوروں کو فرانس جانے کی تمام پابندیوں کو ختم کیا جائے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر اہم مطالبات کے ساتھ امیر خالد نے اپنی سیاسی جدوجہد جاری رکھی۔ الجزائر کے اندر وہ عوام میں سیاسی شعور کی بیداری کے لیے تگ ودو کرتے رہے اور فرانس کے اندر مقتدر ایوانوں میں اور بااثر طبقے میں الجزائری عوام کے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے رہے۔[31]

اس مقصد کے لئے امیر خالد نے عربی اور فرانسیسی زبان میں "الاقدام: کے نام سے ایک جریدے کا اجراء بھی کیا، جس کے ذریعے وہ اپنی آواز دونوں ملکوں کے عوام وخواص تک پہنچاتے رہے۔ ان کی تحریک بنیادی طور پر فرانس کے اُن مظالم کا ردِ عمل کا نتیجہ تھا جو وہ الجزائر کے مسلمانوں پر ڈھا رہا تھا۔ امیر خالد کی آواز کو بند کرنے کے لئے انھیں بالآخر الجزائر سے بے دخل کر دیا اور وہ مصر چلے گئے۔[32]

اس کے علاوہ ایک اور تنظیم اتحاد المنتخبین الجزائرینبھی اسی عرصے میں قائم ہوئی تاہم اس کے نزدیک الجزائر کے مسلمانوں کو مکمل طور پر فرانسیسی معاشرے میں گھل مل جانا چاہئے، اس تنظیم کے نمائندے سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے پاس سیاسی حقوق حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔[33] تاہم اس رائے کو کوئی پزیرائی نہیں ملی بلکہ

اندماج کی فکر کو عوام کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ نہ صرف الجزائری عوام کی طرف سے بلکہ بعض یورپی قبضہ کاروں نے بھی اس کی مخالفت کی کہ اس طرح مسلمان ہماری برابری پر آجائیں گے۔ انھوں نے بعض الجزائری وفاداروں کو فرانس کی شہریت دینے کی بھی شدید مخالفت کی۔ چنانچہ یہ سوچ ناکام ہوئی۔[34]

سیاسی جدوجہد میں حرکت نجمۃ شمال افریقیا(*NorthAfricanStarMovement*) بھی ایک اہم نام ہے۔ 1924ء میں جب امیر خالد کو فرانس میں رہنے کی اجازت مل گئی تو انھوں نے وہاں پر مقیم الجزائری کمیونٹی سے رابطے شروع کئے اور اسی سال یہ تحریک قائم ہوئی۔ لیکن فرانسیسی حکام کو جلد ہی خیال آیا اور ان کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا، تاہم وہ آخری دم تک اس تحریک کے ساتھ رابطے میں رہے۔ اس تنظیم نے الجزائری مزدوروں کو منظم کیا، ان کے اندر سیاسی شعور بیدار کی، اس تنظیم کی قیادت شیخ مصالی احمد بن الحاج[35] نے کی۔

3. تیسرا دور:

سیاسی جدوجہد میں ناکامی کے بعد الجزائری جماعتیں ایک دفعہ پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئیں کہ فرانسیسی سامراج سے کیسے نجات حاصل کی جائے، چنانچہ 1951ء کی معروف کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام جماعتوں نے دوبارہ مسلح جدوجہد شروع کرنے پر اتفاق کیا۔ تاہم بات آگے نہ بڑھ سکی۔[36]

اس سے قبل 1947ء میں شیخ مصالی کی پارٹی حزب الشعب الجزائری (پیپلز پارٹی الجزائر) سے ایک مسلح تنظیم "حرکۃ الانتصار للحریات" نے جنم لیا۔ جس کے پلیٹ فارم سے بعض نوجوانوں نے فرانسیسی استعمار کے خلاف جزوی کارروائیاں کیں، لیکن شیخ مصالی اور تنظیم کے نوجوانوں کے مابین اختلافات کی وجہ سے اس تحریک کو بھی کوئی خاص کامیابی نہ ملی اور پارٹی کئی حصوں میں تقسیم ہوئی۔[37]

اکتوبر 1954ء کو مذکورہ تنظیم سے الگ ہوئے کچھ نوجوان جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ یکم نومبر 1954ء کو اجتماعی مسلح کارروائی کریں گے۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے ستر سے زائد مقامات کو ٹارگٹ کیا جہاں بیک وقت انھوں نے کارروائی کرنی تھی۔ ان کے اہم اہداف میں پولیس چوکیاں، فوجی چھاونیاں، کسٹم کے چیک پوسٹ، اسلحہ ڈپو، فیکٹریاں اور بجلی گھر وغیرہ شامل تھے۔[38]

ان کارروائیوں میں دو سے تین ہزار مجاہدین نے حصہ لیا، ابتداء میں فرانسیسی سامراج ان کو چھوٹے گروپس کی شرارت سمجھ رہی تھی لیکن جلد ہی اسے احساس ہوا کہ یہ اس کے خلاف ایک منظم جنگ ہے، جس سے سختی سے نمٹنا ضروری ہے۔[39] مسلح جدوجہد جب زور پکڑ گئی تو تمام قومی جماعتوں نے بھی اس کی تائید کی چنانچہ فرانسیسی حکومت مذاکرات کے لئے آمادہ ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب فرانس میں چارلس ڈیگال[40] کی حکومت تھی۔

ستمبر 1959 میں چارلس ڈیگال نے الجزائریوں کو حق خود ارادیت کا اعتراف کیا۔ بعد میں جمہوریہ الجزائر کے قیام کی تجویز پیش کی جو فرانس کے زیر سایہ ہو اور بالآخر اپریل 1961ء میں الجزائری حریت پسندوں کے ساتھ نتیجہ خیر مذاکرات کا آغاز کیا جو مارچ 1962ء کے معاہدہ ایویان تک جاری رہے، جس کے نتیجے میں ایک سو بتیس سال بعد 5 جون 1062ء کو الجزائر کو آزادی حاصل ہوئی۔(41)

ان حالات میں مالک بن نبیؒ نے زندگی گزاری۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے قوم کا زوال دیکھا، اس کے اسباب پر غور کیا اور اس سے نکلنے کے لئے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

مبحث سوم: مالک بن نبیؒ کی فکری نشو نما

مالک بن نبیؒ کی فکری اور سماجی نشو نما فطری طریقے سے ہوئی۔ وہ مطالعے کا شغف رکھتے تھے اور جو کچھ ہاتھ لگتا اسے پڑھتے تھے۔ وہ پڑھے ہوئے افکار پر بات کرنا پسند کرتے تھے، وہ اپنے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیتے اور مسائل کا حل سوچتے تھے۔ ان کے اندر غلطی سے رجوع کرنے کی صلاحیت تھی، ان کے اندر یہ خوبی تھی کہ جو منصوبے وہ سوچتے تو اس پر فورا عمل کرنے میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ اپنے علمی استعداد کو بڑھانے اور اپنی منزل پر پہنچنے تک پیچھے نہ ہٹنے جیسے اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے۔ انھی صفات کی وجہ سے وہ عالم اسلام کے عظیم مفکرین میں شامل ہوئے۔

مالک بن نبیؒ ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے جس کے ماحول نے ان کے اندر نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت سکھائی اور مادی وسائل کی کمی کے باوجود انھیں علم کے راستے پر ڈالا۔ وہ اپنے بزرگوں کی امیدوں پر پورا اترے اور علم کے چشمے سے خوب سیراب ہوئے۔ ابراہیم عاصی نے اپنے ایک رسالے "جلسة مفتوحة مع مالک بن نبیؒ" میں لکھا ہے کہ "ان کے ساتھ بیٹھنے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک عظیم مفکر کے سامنے کھڑا ہے جو وسیع تجربہ اور بین الاقوامی وژن رکھتا ہے۔ وہ مسائل اور مشکلات کو اوپر سے دیکھتا ہے نہ ایک سائیڈ یا نیچے سے، یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے تمام کلیات وجزئیات کا جائزہ لیتا ہے، اسباب کو نتائج کے ساتھ منسلک کرتا ہے اور آخر میں درست فیصلہ یا مضبوط رائے پیش کرتا ہے جس کے بارے میں سطحیت کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔"(42)

ان کی ذہن سازی، فکری نشو نما اور شخصیت سازی میں گھر کے بعد جن چیزوں نے اہم کردار ادا کیا، وہ اپنے گاؤں، شہر اور ان تعلیمی ادارے ہیں جہاں انھوں اپنی زندگی کا ایک اہم حصہ گزارا، ذیل میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

1-تبسہ:

یہ بن نبی کا آبائی علاقہ ہے جہاں انھوں نے آنکھ کھولی تھی۔ یہاں وہ اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے جس میں ان کی دینی تربیت ہوئی، یہاں پر انھیں مسجد، مدرسہ اور اپنی روایات کے ساتھ جوڑا گیا۔ دیندار گھرانے کے چشم وچراغ ہونے کی وجہ سے بڑوں کا ادب واحترام انھیں ورثے میں ملا۔ بچپن ہی سے ان کے اندر علم کی محبت پیدا کی گئی چنانچہ پہلے گاؤں کے مکتب سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے رہے، پھر وہاں کے اکلوتے سکول میں داخل کیے گئے اور بعد میں قسنطینہ شہر بھیجے گئے تاکہ مزید تعلیم حاصل کریں اور اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس چلے گئے(43)

مالک بن نبیؒ کی تربیت میں ان نانی کا بھی اہم کردار ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ نانی نے کہانیوں کے ذریعے میری تربیت کی، انھوں نے مجھے صدقہ کرنے کے ذریعے دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا سکھایا، میرے اخلاق تربیت اور نیکی وبرائی میں تمیز سکھائی۔ چھ سات سال کی عمر ہی سے میری زندگی میں تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ نانی ہی نے سامراج اور اس کے مظالم کے بارے میں مجھے بتایا کہ کس طرح اُن کے اوپر ظلم ڈھایا گیا، چنانچہ آہستہ آہستہ میرے دل میں استعمار کے بارے میں ایک خاص نقشہ بیٹھ گیا۔(44)

اپنے گاؤں تبسہ میں مالک بن نبیؒ ایک قرآنی مکتب کے ساتھ منسلک رہے، جہاں انھوں نے چار سال گزارے تاہم اس پورے عرصے میں وہ قرآن کریم کا بہت تھوڑا حصہ پڑھ سکے۔ وہ مکتب کے استاد سے نالاں تھے اور ان کے طریقہ تدریس اور بچوں کے ساتھ رویہ سے شاکی تھے، چنانچہ آخر کار وہ مکتب سے بھاگ گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فرانسیسیوں نے الجزائری باشندوں کے لئے فرانسیسی تعلیم لازمی کر دی تھی چنانچہ مکتب کے ساتھ مالک بن نبیؒ کو فرانسیسی سکول میں بھی داخل کرایا گیا۔ ان سکولوں میں مسلمان بچوں کی ذہن سازی کی جاتی تھی تاکہ بڑے ہو کر وہ خود بخود فرانسیسی ثقافت میں ڈھل جائیں۔ اس مقصد کے لئے مسلمان بچوں کے لئے خصوصی کلاسیں تشکیل دی گئی تھیں۔(45)

اس عرصے میں مالک بن نبیؒ ملکی حالات معلوم کرنے لئے چھٹی کے وقت ایک دکان پر جایا کرتے تھے جہاں مختلف اخبار پڑھا کرتے تھے۔ یہاں سے ان کی سیاسی شعور میں پختگی شروع ہوئی۔ وہ کلاس میں سب سے نمایاں طالب علم تھے لیکن ان کے بقول وہ کبھی اچھے نمبروں سے پاس نہیں ہوئے اور ہمیشہ کسی فرانسیسی طالب علم کو زیادہ نمبر ملتے۔ مالک بن نبیؒ کے مطابق فرانسیسی استاد جو دراصل ایک راہب تھے، ایک فرانسیسی طالب علم کو نتائج کار جسٹر سونپ دیتے جو اپنی مرضی کا رزلٹ بنا دیتے۔(46) معاشرتی اعتبار سے تبسہ پر دیہاتی رنگ غالب تھا، جہاں لوگ سادگی کے ساتھ رہتے اور ایک دوسرے کی دکھ درد میں شریک رہتے۔ دیہاتی قبائل کے براہ راست اثرات کی وجہ سے پرانے رسم ورواج اور طور طریقے رائج تھے جہاں لوگ ابھی تک کسی حد تک سامراجی ثقافت سے محفوظ مذہب کے

زیر اثر تھے۔ گاؤں کے امام مسجد اور ان کے دروس نے مالک بن نبیؒ کی شخصیت اور ذہن سازی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ گاؤں کا میلہ، میلے میں داستان گو اور قصہ خوانوں کی محفلیں، کھیل کے مقابلے اور عشاء کی نماز کے بعد امام مسجد کے دروس وہ بنیادی معاشرتی سرگرمیاں تھیں جو مالک بن نبیؒ کی شخصیت پر اثر انداز ہوئیں۔(47)

2۔ قسنطینہ:

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے میں مکمل کر کے مالک بن نبیؒ نے سکالرشپ کا امتحان پاس کیا اور مزید تعلیم کے لئے بڑے شہر قسنطینہ منتقل ہوئے۔ یہاں باقاعدہ سکول میں داخلے سے پہلے شیخ عبد المجید کے ہاں عربی پڑھنا شروع کیا، جو انھیں نہ صرف عربی سکھاتے تھے بلکہ ساتھ ساتھ سامراجی حکومت اور اس کے مظالم سے آگاہ کرتے۔ اس کے ساتھ انھوں نے ایک فرانسیسی استاد مارٹن کے ساتھ لکھنے کی مشق کی اور ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا۔ مارٹن کے ہاں مالک بن نبیؒ کے ذوق مطالعہ میں مزید اضافہ ہوا اور ہر ہفتے اُن سے نئی کتاب لے کر جاتے۔(48)

یہاں سکول میں داخلے کے بعد ان کی دینی تربیت سکول کے استاد شیخ المولود بن موھوب نے کی، جو اپنے طلبہ کو اپنی روایت کے ساتھ جوڑنے، سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے اور ہر قسم کے بدعات وخرافات سے دور رکھتے تھے۔ دوسری جانب فرانسیسی اساتذہ نے انھیں ڈیکارٹ کا تشکیکی فلسفہ سکھاتے جو دین سمیت ہر چیز کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مالک بن نبیؒ لکھتے ہیں کہ شیخ المولود بن موھوب ہماری فکری تربیت کرتے اور ہمیں سنت کی اتباع اور مشرقی اقدار کی پاسداری کی تلقین کرتے جبکہ فرانسیسی اساتذہ ہمیں خیالاتی دنیا اور شخصیت پرستی سے نکال کر عقلیت پسندی کا درس دیتے تھے۔ چنانچہ دو پہلوؤں سے ہماری ذہن سازی ہو رہی تھی، ایک طرف سے قرآن وسنت کی اتباع کا درس لے کر ہم اپنے ایمان کو سلامت رکھتے اور دوسری جانب سے ہمارے اذہان کو سائنسی توجیہ مل رہی تھی۔(49)

مالک بن نبیؒ قسنطینہ میں سکول کے قریب ایک ادبی ہال سے متعارف ہوئے جہاں مطالعہ کا ذوق رکھنے والے طلبہ اور علمی موضوعات پر بحث مباحثہ کرنے والے جاتے تھے۔ اس ہال میں کبھی کبھار حالات حاضرہ کے موضوعات پر لیکچر اور سیمینار بھی ہوتے تھے اور آزادی کے قومی ہیروز کی رودادیں بھی سنائی جاتیں، جس سے قومی جذبہ، حب الوطنی اور سامراج کے خلاف نفرت کا جذبہ پروان چڑھتا۔ یہ وہ دور تھا جب پہلی جنگ عظیم ختم ہو گئی تھی اور ملک کی معاشی صورت حال بد سے بدتر ہو گئی تھی۔

قسنطینہ شہر میں مالک بن نبیؒ نے مسلمانوں اور فرانسیسی سامراج کی زندگی کو قریب سے دیکھا، انھوں نے دیکھا کہ مسلمان فقر اور غربت اور تنگدستی میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ اسی شہر میں فرانسیسی عالی شان بنگلوں اور

کشادہ گلیوں میں عیش کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب میں اپنی خالہ کے گھر جاتا تو گھٹن محسوس کرتا تھا اور جب اپنے فرانسیسی دوستوں کے ساان کی گلیوں میں کھیلتا تو ایسا محسوس کرتا جیسے ہم اس ملک میں اجنبی ہیں۔[50] اس فرق نے اُن کے ذہن پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

مالک بن نبیؒ کی ذہن سازی میں مطالعے نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھیں بچپن ہی سے مطالعے کا شوق تھا، تاہم شہر میں آکر انھیں اپنے مطالعے کو وسعت دینے کا موقع ملا، شروع میں ان کا مطالعہ مرتب صورت میں نہ تھا بلکہ جو کتاب بھی ہاتھ لگتی پڑھ لیتے تاہم آہستہ آہستہ مرتب مطالعے کی طرف آگئے۔ چنانچہ ادب، اسلامی فکر، تاریخ، معاشرتی علوم کے ساتھ ساتھ اخبارات وجرائد کا باقاعدہ مطالعہ کرتے۔

اپنے ادبی ذوق کو پورا کرنے کے لئے انھوں نے فرانسیسی مصنفین کے ناول اور افسانوں کا مطالعہ کیا۔ ایک فرانسیسی ادیب پال بورجے (Paul Bourget)[51] کے ناول "شاگرد" کا تذکرہ کرتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے لکھا ہے کہ اس ناول نے مجھے خیالی دنیا میں دھکیل دیا، اگر شیخ موهوب اور شیخ عبد المجید کے دروس اور براہ راست وعظ ونصیحت کی مجلسیں نہ ہوتیں تو شاید بہت سارے نوجوانوں کی طرح میں بھی بہک گیا ہوتا۔[52] اپنے سینئر طلبہ کی مدد سے قدیم عربی ادب سے بھی شناسائی پیدا ہوئی، چنانچہ امرؤ القیس، عنترہ، فرزدق، اخطل اور ابونواس جیسے عظیم شعراء سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ بعض ان دوستوں سے بھی متعارف ہوا جو معاصر عربی ادب کی محفلیں سجاتے تھے، ان کے پاس بیٹھ کر حافظ ابراہیم، رصافی، جبران خلیل جبران اور ایلیا ابوماضی وغیرہ کے کلام سے لطف اندوز ہوتے۔[53] کچھ عرصے تک مالک بن نبیؒ عربی اور فرانسیسی ادب کے سحر میں مبتلا رہے لیکن فلسفے سے متعارف ہونے کے بعد یہ سحر ٹوٹ گیا۔

مالک بن نبیؒ کے ذوق مطالعہ کو پروان چڑھانے میں اخبارات کے مطالعے نے بھی اہم کردار ادا کیا، ہائی سکول کے دوسرے سال ہی انھوں نے اخبار پڑھنا شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا اخبار جو انھوں نے خرید کر پڑھا وہ "الشؤون العامۃ لقسنطینۃ" نام کا اخبار تھا، وہ لکھتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس اخبار میں خبر چھپی تھی کہ مصر میں ایک برطانوی افسر کے زخمی ہونے کی خبر چھپی تھی اور ساتھ میں لکھا تھا کہ برطانوی حکومت نے اس کی پاداش میں اُس وقت کے مصری وزیر اعظم سعد زغلول پاشا کو سیشیلز[54] کے جزیروں میں بھیج دیا تھا۔ جلتی پر تیل کا کام اس تبصرے نے کیا جس میں سامراج کے مصالح کا دفاع کیا گیا تھا۔[55] اس خبر نے مالک بن نبیؒ کے ذہن پر گہرا اثر کر دیا۔

بعد ازاں مالک بن نبیؒ نے سیاسی حالات سے آگاہی کے لئے باقاعدہ روزنامہ "انسانیت" روزنامہ "النضال الاجتماعی" پندرہ روزہ "الاقدام" اور الجمھوری شامل تھے۔ اُن کی خودنوشت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے

اخبارات میں سے "الرایۃ"، "العصر الجدید" بھی پڑھتے تھے اور ان کے بقول حالات سے آگاہی کے ساتھ ساتھ تجزیہ نگاروں کے تجزیے پڑھ کر فکری غذا حاصل کرتے تھے۔[56]

مالک بن نبیؒ کے ذہن سازی میں جن کتابوں نے اہم کردار ادا کیا ان میں احمد رضا[57] کی کتاب "الفشل الاخلاقی للسیاسۃ الغربیۃ فی الشرق" اور شیخ محمد عبدہ[58] کی "رسالۃ التوحید" شامل ہیں۔ ان دونوں کتابوں کے بارے میں مالک بن نبیؒ نے لکھا ہے کہ میری فکر کو اس خاص نہج پر ڈالنے اور میری سوچ کی راہ کو متعین کرنے میں ان دونوں کتابوں نے اہم رول ادا کیا ہے، میری سوچ کی تبدیلی ان دونوں کی مرہون منت ہے۔[59] اسی طرح مسلم معاشرے کی شاندار ماضی اور موجودہ بگڑی حالت کے بارے میں عبد الرحمن الکواکبی[60] کی کتاب "ام القریٰ" اور ایزابیل ایبرہاٹ (*IsabelleEberhardt*)[61] کی کتاب "فی ظل الاسلام الدافئۃ"[62] سے بہت متاثر ہوئے۔ الکواکبی کی کتاب کے بارے میں مالک بن نبیؒ نے لکھا ہے کہ اس کتاب نے ہمارے دلوں کو چیر کر رکھ دیا اور مسلمانوں کی حالت زار جان کر صدمہ پہنچا جسے ایزابیل کی کتاب نے مزید گہرا کر دیا۔[63]

الجزائر میں رہتے ہوئے ان کی فکری آبیاری اسی طرح ہوئی یہاں تک کہ قسنطینہ میں ان کی تعلیم پوری ہوئی اور مزید تعلیم کے لئے انھیں فرانس جانا پڑا۔

3۔ فرانس میں تعلیم:

قسنطینہ کے سکول میں انٹرمیڈیٹ مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے مالک بن نبیؒ نے پیرس کا رخ کیا، چنانچہ وہاں پہنچ کر انھوں نے معھد الدراسات الشرقیۃ (انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز) میں داخلے کی کوشش کی، لیکن الجزائری مسلم ہونے کی وجہ سے انھیں وہاں داخلہ نہ مل سکا۔ اس سے ان کا یقین پختہ ہو گیا کہ دین اور وطن کو لے کر فرانسیسی سامراج کا امتیازی سلوک کیا ہوتا ہے۔[64] یہاں داخلہ نہ ملنے کے بعد انھوں نے فیصلہ کیا کہ "مدرسہ لاسلکی" میں داخلہ لیا جائے جہاں پر ٹیکنیکل امور کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ریاضی میں کم نمبروں کی وجہ سے مالک بن نبیؒ کو ایسوسی ایٹ انجنیئرنگ میں داخلہ نہ مل سکا۔ یہاں پر ایک یہودی سکول فیلو کے ساتھ ان کا تعارف ہوا اور اس کی وجہ سے یہودیوں کی سوچ اور طرز زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ سکول کے مضامین میں عدم دلچسپی کی وجہ سے ریاضی کے استاد نے انھیں الیکٹرکل اور انجنیئرنگ سکول میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا، چنانچہ مالک بن نبیؒ نے اُس سکول میں داخلہ لیا۔[65]

اس سکول میں اپنے خوشگوار تجربے کا ذکر کرتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ سکول کے پرنسپل نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ میرا استقبال کیا اور پہلی ہی ملاقات میں مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ پرنسپل نے

کہا کہ "ہم نے اس سکول میں اپنے طلبہ کے اندر یہ عادت ڈالی ہے کہ وہ کلاس میں سوال پوچھے یہ سوالات کے لئے مخصوص رجسٹر میں اپنے سوالات درج کریں، ہو سکتا ہے کہ ہمیں فوری طور پر سوال کا جواب نہ آتا ہو تو ہم اس پر غور کرنے کے لئے کچھ وقت لیتے ہیں یا اس سلسلے میں بعض مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔ مالک بن نبیؒ کے مطابق یہ اُن کی زندگی کا پہلا سب سے بڑا اسبق تھا جو فرانس میں جاکر انھوں نے حاصل کیا۔(66)

اس سکول کے تجربات کا تذکرہ کرتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے لکھا ہے کہ یہاں میں نے دو طرح کے طلبہ دیکھے؛ ایک وہ عرب جو اپنی اصلیت چھپانا چاہتے تھے۔ وہ اپنے ناموں کو تبدیل کرتے یا ان کے ساتھ ایسے سابقے لاحقے لگاتے جس سے معلوم ہو تا کہ یہ امریکی یا کسی یورپی ملک کا باشندہ ہے۔ دوسری جانب ایسے طلبہ کو دیکھا جو دل لگا کر محنت سے پڑھتے اور اپنے ملک اور شناخت پر فخر کرتے تھے۔ ایسے نوجوانوں کی اکثریت چین یا ہندوستانی طلبہ پر مشتمل تھی جن کے ساتھ مل کر مالک بن نبیؒ استعمار کے خلاف ایک فکری محاذ بنانا چاہتے تھے۔ ان کے علاوہ بعض یہودی طلبہ بھی تھے جو صرف اس لئے انجنیئر بنا چاہتے تھے کہ مستقبل قریب میں ان کی مملکت قائم ہو گی اور وہ اس میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ایسے ایک کلاس فیلو کا ذکر کرتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے لکھا ہے کہ میرا اس سے کبھی دوستانہ روابط استوار نہیں ہوئے کیونکہ مجھے اس سے صہیونیت کی بُو آرہی تھی تاہم میرے دل میں اس کے لئے احترام تھا کہ وہ اپنے مقصد کے ساتھ کتنا مخلص ہے۔(67)

مالک بن نبیؒ نے میکینکل اور الیکٹریکل انجنیئرنگ کی تعلیم مکمل کی تاہم ڈگری کے حصول کے لئے پریکٹیکل مشق اور امتحان سے گزرنا ابھی باقی تھا۔ اس وقت تک وہ باغیانہ سوچ رکھنے اور سامراج سے نفرت کرنے والے طالب علم کے طور پر معروف ہو چکے تھے۔ چنانچہ اسی کے پاداش میں انھیں پریکٹیکل امتحان کے لئے نااہل قرار دیا گیا۔ انھیں معلوم تھا کہ ان کے لئے مسائل پیدا کرنے کی ایک ہی وجہ تھی کہ وہ استعمار کے سامنے گھٹنے ٹیک دے تاہم انھوں نے ہار نہیں مانی۔(68)

اسی اثنا میں الجزائر سے محمد بن الساعی پیرس آئے اور یہاں شمال افریقی طلبہ کے یونین کے ساتھ مل کر استعمار کے خلاف مسلمانوں کی ذہن سازی میں شریک ہوئے۔ مالک بن نبیؒ کی ملاقات ان سے یونین کے دفتر میں ہوئی اور پھر کچھ عرصہ انھی کے ساتھ رہے۔ اگرچہ الساعی اور مالک بن نبیؒ کے بعض افکار میں ہم آہنگی نہیں تھی تاہم اُن کے ساتھ رہ کر بن نبی نے بہت کچھ سیکھا۔ اُن کے مطابق عالم اسلام کے مسائل پر خصوصی طور پر لکھنا الساعی کے مرہون منت ہے۔ اسی طرح انھی کے بدولت بن نبی نے فلسفہ، تاریخ اور معاشرتی علوم کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا، نیز انھی کی ہدایت پر پیرس میں اپنے افکار پھیلانے کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلے میں سب سے پہلا

محاضرہ "ہم کیوں مسلمان ہیں؟" پیش کیا اور انھی کے کہنے پر پہلا مضمون "الجزائری ضمیر کے نام کھلا خط" شائع کروایا۔(69) یہی وجہ ہے کہ مالک بن نبیؒ انھیں اپنا استاد مانتے ہیں اور اپنی ذہن سازی میں محمد بن الساعی کے کردار کا اعتراف کرتے ہیں۔

فرانس میں رہتے ہوئے مالک بن نبیؒ کے ذوق مطالعہ میں اضافہ ہوا اور انھوں نے بڑے بڑے فلاسفہ اور ادباء کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ وہ اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے پرانی کتابوں کے بازار کا چکر لگایا کرتے تھے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ لوگ کتاب اٹھا کر دکان کے سامنے مطالعہ شروع کر دیتے، دکاندار اس روئے سے تنگ نہیں ہوتے۔ چنانچہ معاشرتی علوم، تاریخ اور فلسفے کی بہت ساری کتابیں انھوں نے اس طرح پڑھیں۔ مالک بن نبیؒ جو کچھ پڑھتے اس کو عملی دنیا میں افراد میں دیکھنے کی کوشش کرتے یہی وجہ ہے کہ اپنی کتابوں میں عالم اسلام کے مسائل کا نفسیاتی اور معاشرتی پہلو سے تجزیہ کیا ہے اور حل پیش کیا ہے۔(70)

فرانس میں قیام کے دوران پڑھائی اور مطالعے کے علاوہ ان کی فکری نشو نما میں فرانسیسی معاشرے کے ماحول کا بھی اہم کردار ہے۔ یہاں دو قسم کے لوگوں سے انھیں واسطہ پڑا؛ ایک وہ مہاجرین جو شمالی افریقہ اور دیگر اسلامی ممالک سے آئے تھے اور ایک اصل فرانسیسی باشندے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے اپنے سکول کے عرب طلبہ کے ساتھ ملاقات ہوئی جو اپنی شناخت چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر مالک بن نبی کو یورپین اور ان عرب نوجوانوں کے سلوک، سوچنے کے انداز اور ذہنی سطح کو جانچنے اور موازنہ کرنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ پیرس میں مقیم شمالی افریقہ کے مسلمان طلبہ تنظیم کے ساتھ وابستہ ہوئے جو مسلمان طلبہ کو متحد رکھنے اور انھیں اسلام کے ساتھ جڑے رکھنے کے لئے کوشاں تھی۔ مہاجرین میں وہ لوگ بھی تھے جو وحدت کے پرچارک تھے اور وہ لوگ بھی جو استعمار کے وفادار تھے جبکہ کچھ لوگ اپنے دین اور وطن کے ساتھ مخلص تھے، کچھ ایسے بھی تھے جو صرف دو وقت کی روٹی کمانے کی خاطر پیرس آئے تھے۔ مالک بن نبیؒ اِن سب مسلمانوں کا بغور جائزہ لیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب معلوم کرکے علاج دریافت کیا جاسکے۔(71)

فرانس میں رہتے ہوئے انھوں نے فرانسیسی معاشرے کا بغور مطالعہ کیا اور تہذیب وثقافت کے بہت سارے مظاہر دیکھ کر سیکھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے پہلی مرتبہ زیر زمین میٹرو ٹرین میں سفر اور سڑک پار کرتے ہوئے حادثے سے بال بال بچنے کے واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان واقعات سے مجھے معلوم ہوا کہ زندگی الل ٹپ نہیں بلکہ ایک منظم سسٹم کا نام ہے۔(72) پیرس کے فنون ومصنوعات کے عجائب گھر سے انھوں نے پہلی تہذیب اور ٹیکنالوجی کے تعلق کو قریب سے دیکھا، اس عجائب گھر میں پہلی ریل گاڑی جو بخارات کے ذریعے چلائی گئی تھی اور وہ

جہاز جس پر لویس بلائریو(Louis Blériot)[73] نے بحر اوقیانوس کے انگلش کینال کو عبور کیا تھا۔مالک بن نبیؒ نے اس عجائب خانے کے بارے میں لکھاہے کہ یہ صرف ایک مکان نہیں جہاں عجائبات کو جمع کیا گیاہے بلکہ یہ ایک ایسا خزانہ ہے جس میں اس قوم نے تاریخ کے سامنے اپنی تہذیب کی سائنسی برتری کی اعلیٰ مثالیں رکھ دی ہیں۔[74]

پیرس میں ان کی ملاقات ایک فرانسیسی نوجوان سے ہوئی جس کے ذریعے انھیں یورپین معاشرے بالخصوص فرانسیسی معاشرے کو اندر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ فرانسیسی نوجوان جو دراصل فوٹو گرافر تھا، انھیں نہ صرف اپنے گھر لے کر جایا کرتے تھے بلکہ اپنے رشتے داروں اور منگیتر کے گھر بھی لے جایا کرتے تھے جس سے مالک بن نبی کو یہاں کی معاشرتی زندگی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔[75] پیرس میں ایک نو مسلم "اناکلیتو محمد" سے ملاقات کا بھی تذکرہ کیاہے جن کا سابقہ نام "سیریل" تھا، مالک بن نبیؒ نے انھیں سچے مسلمان کے روپ میں دیکھا، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد تعصب کی حد تک اسلام اور مسلمانوں سے جڑی ہر چیز سے محبت کرتا تھے، یہاں تک کہ مسلمان ملک سے آئی ہوئی سبزی کو بھی فرانسیسی سبزی پر ترجیح دیتے تھے۔ مالک بن نبیؒ نے لکھاہے کہ اُن کے ساتھ دوستی اور ملاقاتوں سے میرے ایمانی جذبے میں اضافہ ہوتا تھا اور اُن کے ساتھ باتیں کرکے اور ان کی چھوٹی سی لائبریری سے مجھے نئی فکری غذا ملتی تھی۔[76]

مالک بن نبیؒ نے 1931ء کو فرانس میں پڑھائی کے دوران ہی ایک نو مسلم فرانسیسی خاتون کو مسلمان بناکر اُن کا نام خدیجہ رکھا اور اُن سے شادی کی، یہ شادی اُن کی فکری سفر میں بہت معاون ثابت ہوئی، اس کی بدولت انھوں نے اُن تہذیبی افکار کو عملی شکل میں دیکھنے کی کوشش کی جو وہ سکول میں پڑھ کر آتے۔مالک بن نبیؒ کے مطابق یہ شادی کئی اعتبار سے اُن کے لئے اچھی ثابت ہوئی۔ سب سے اہم یہ کہ خدیجہ نے شادی کے فوراً بعد مالک بن نبیؒ کو فکر معاش سے آزاد کیا اور انھیں ایساماحول فراہم کیا کہ وہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنی فکری سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔[77] نو مسلم ہونے کے باوجود بیوی نے نہ صرف زندگی کے ہر موڑ پر اُن کا بھرپور ساتھ دیا بلکہ اُن کے افکار و نظریات میں بھی ہر طرح سے مدد ومعاون ثابت ہوئیں۔ نیز اُن کی بدولت بن نبی فرانس کی دیہاتی زندگی سے متعارف ہوئے۔ اُن کے مطابق پیرس کے شب وروز اور یہاں کی چمک دمک سے فرانس کی حقیقی تصویر سامنے نہیں آتی جب تک شہر سے دور فطری ماحول جہاں انسان کا تعلق زمین سے ہو دیکھا نہ جائے۔ چنانچہ انھوں نے شہر سے نکلتے ہی دونوں زندگیوں میں فرق محسوس کیا، اپنی یادداشت میں مالک بن نبیؒ نے مغربی دنیا کی اصل تصویر دکھانے کے لئے اپنی بیوی خدیجہ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ دیہاتی ماحول میں جاکر انھوں نے تعلیم وثقافت میں فرق معلوم کیا۔[78]

مالک بن نبیؒ نے پیرس میں رہ کر عالم اسلام کے مسائل کا جائزہ شروع کیا تھا اور پوری زندگی اس فکر میں لگے رہے کہ مسلمان کی پسماندگی کی وجوہات کیا ہیں۔ فرانس میں قیام کے دوران اسلامی دنیا کے بارے میں ان کی معلومات کا ذریعہ اخبارات اور جرائد تھے یا وہ مسلمان مزدور اور طلبہ تھے جو ہجرت کر کے یہاں آئے تھے، تاہم جب وہ پہلی مرتبہ حج کرنے مکہ تشریف لے گئے تو وہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں اور اُن کی قیادت سے براہ راست معلومات کا تبادلہ ہوا۔ اس سفر کا مالک بن نبیؒ کی سوچ پر گہرا اثر ہوا جو بعد میں ان کی تالیفات میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کے اس عالمی اجتماع میں انھیں اسلامی دنیا کے فقر کا ادراک ہوا تو "فكرة كومنويلث اسلامی"[79](The Idea of Islamic Commonwealth) کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔

1956ء میں بن نبی نے مصر کا سفر کیا جہاں وہ معروف دانشور اور ادیب شیخ محمود شاکر سے ملاقات ہوئی اور ان سے استفادہ کیا، خاص طور پر عربی زبان کے سیکھنے[80] اور اسلامی تراث کے اہم مصادر تک رسائی میں ان سے مدد لی۔ قاہرہ میں علماء، ادباء اور مفکرین سے ان کا تعارف ہوا تو کئی طلبہ اور دانشوروں کا ان کے ہاں آنا جانا شروع ہوا چنانچہ ان کے گھر ہفتہ وار محفلیں منعقد ہونا شروع ہوئیں جن میں بن نبی عالم اسلام کے مسائل کے بارے میں اپنا تجزیہ پیش کرتے تھے، نیز یہاں پر علماء کرام اور دینی علوم کے متخصصین کی طرف سے ان کی دینی رہنمائی بھی ہوتی رہی۔[8281]

مختصراً مالک بن نبیؒ کے سوانحی خاکے، سمیت معاصر اسلامی بیداری اور اصلاحی تنظیموں اور شخصیات کے بارے میں اُن کی فکر سے روشنائی ملی اور ان شخصیات کے کام کی نوعیت سے بھی آگاہی حاصل ہوئی۔

الغرض یہ سارے عوامل تھے جن سے مالک بن نبیؒ کی فکری نشو نما ہوئی اور اس کے نتیجے میں انھوں نے اسلامی دنیا کے مسائل کے بارے میں اپنی رائے قائم کی اور اس سے نکلنے کے لئے حل تجویز کیا۔

مصادر و مراجع

[1]. مالک بن نبی، **مذکرات شاہد القرن "الطفل"** (بیروت: دار الفکر، ط:2، 1984ء)، ص:15۔

[2]. العویسی، عبد اللہ بن حمد، **مالک بن نبی، حیاتہ وافکارہ** (بیروت: الشبکۃ العربیہ للابحاث والنشر، ط:1، 2012ء)، ص:51۔

[3]۔ شیخ مولود بن الموھوب (1866ء-1930ء، الجزائر کے ادباء اور اصلاح پسندوں میں سے تھے۔ ان کی کتابوں میں "مختصر الكافي في العروض، نظم الأجرومية، اور شرح منظومة التوحيد للمجاوري مشہور ہیں۔ ان کی تفصیلی ترجمے کے لئے دیکھئے: الزرکلی، خیر الدین، **الأعلام** (بیروت لبنان: دار العلم للملایین، ط:1984ء،) ج:7، ص:333۔

[4]. **مذکرات شاہد القرن "الطالب"**، ص:105-107۔

[5]. شیخ محمد عبدُہ(1849ء-1905ء) مصری مسلم عالم، محقق، مفتی اعظم، مصلح اور مصنف تھے۔ اُنھیں شیخ جمال الدین افغانی سے تلمذ حاصل تھا۔ اُنھیں مصر کا تاریخ ساز اور اصلاح کا داعی اور عظیم شخصیت تصور کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرانس میں جمال الدین افغانی کے ساتھ مل کر مجلہ "العروۃ الوثقیٰ" کا اجراء کیا۔

[6]. عبد الرحمن الکواکبی (1855-1902) انیسویں صدی کے ان مفکرین میں ہیں جنہوں نے بیداری امت کے لئے بہت کام کیا۔ وہ شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ ان کی وجہ شہرت ان کی معروف کتاب " طبائع الاستبداد و مصارع الاستعباد " ہے۔

[7]. ام القریٰ کے نام سے موسوم اس کتاب میں الکواکبی نے 1895 کو مکہ مکرمہ میں منعقدہ امت مسلمہ کے رہنماؤں سے اجتماعات کی روداد لکھی ہے۔ ان اجتماعات میں دنیا بھر سے 22 علماء نے شرکت کی تھی جہاں انھوں نے امت کے زوال اور امت کو درپیش مسائل اور ان کے حل پر بات کی۔ الکواکبی نے اس روداد کو فرضی نام "سید فراتی" کے ساتھ شائع کیا ہے۔

[8]. جون ڈیوی (1859-1952) امریکی فلاسفر تھے، ان کی وجہ شہرت ان کی مذکورہ کتاب ہے جس میں انہوں نے کسی بھی مسئلے کے حل کے لئے پانچ مراحل بتائے ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار 1910 میں شائع ہوئی۔

[9]. فریڈک نطشے (1844-1900) انیسویں صدی کے جرمن فلسفی تھے۔ ان کے خیال میں طاقت ہی انسانی معاملات میں فیصلہ کن عنصر ہے۔ ان کی وجہ شہرت انسان کامل یعنی (Superman) کا تصور پیش کرنا ہے۔ مذکورہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے، اس میں نطشے کے اُن مقالات وخطبات کو جمع کیا گیا ہے جن میں انہوں نے زردشت کے افکار ونظریات پر بات کی ہے۔

[10]. **مذکرات شاہد القرن "الطالب"**، ص:110۔

[11]. سابقہ مصدر، ص:43۔

[12]. سابقہ مصدر، ص:57 تا 79۔

[13]۔ **مذکرات شاہد للقرن، "الطالب"**، ص:314۔

[14]. احمد بن بیلا (1916ء–2012ء) الجزائر کے پہلے صدر تھے، الجزائر نے 1962ء میں فرانسیسی استعمار سے آزادی حاصل کی، کچھ ماہ عبوری سیٹ اپ چلتا رہا اور 1963 میں وہ صدر منتخب ہوئے اور جون 1965ء تک صدر رہے۔

[15]۔ دیکھئے، العقاد، صلاح، **المغرب العربی، الجزائر، تونس، المغرب الاقصیٰ** (القاہرۃ: مکتبۃ الانجلو المصریہ، 1992ء)، ص:93۔

[16]۔ ترکی رابح، **الشیخ عبد الحمید بن بادیس** (الریاض: دار العلوم، 1983ء)، ص:55۔

[17]۔ ایضا، ص:96۔

[18]۔ یضا، ص:94، 95۔

[19]۔ ترکی رابح، ص:54 اور 71، 72۔

[20]۔ المدنی، احمد توفیق، ھذہ ھی الجزائر، مکتبہ النھضہ المصریۃ، 1956ء، ص:107،108۔

[21]۔ عبد الحمید بن بادیس جمعیۃ العلماء الجزائر کے بانی صدر تھے۔ انھوں نے 1931 میں یہ تنظیم قائم کی اور وفات تک اس کے صدر رہے۔ وہ 1887ء یا 1889ء کو مالک بن نبی کے شہر قسنطینہ میں پیدا ہوئے اور تونس کے قدیم یونی ورسٹی جامعہ زیتونہ سے سند فراغت حاصل کی۔ فرانسیسی استعمار کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے انھوں نے "مجلۃ الشھاب" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ فرانسیسی سامراج نے انھیں مذہبی امور کی وزارت کی پیشکش کی جسے انھوں نے ٹھکرایا۔ انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے، مجلۃ الشھاب میں ان کے اداریے "**مجالس التذکیر من کلام الحکیم الخبیر**" کے عنوان سے جمع کئے گئے ہیں۔ 1940 میں اپنے شہر قسنطینہ میں وفات پا گئے۔ دیکھئے: الزرکلی، خیر الدین، **الاعلام**، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، طبع:7، ج:3، ص:289۔

[22]۔ ترکی رابح، ص:138۔

[23]۔ ایضا، ص:147 تا 150۔

[24]۔ ایضا:101۔

[25]۔ شیخ الطیب العقبی جمعیت علماء الجزائر کے بانیان میں سے تھے، انھوں نے 1925ء میں "صحرا کی صدا" کے نام سے ایک اخبار کا اجراء کیا۔ ان کی وفات 1960ء میں ہوئی۔

[26]۔ مالک بن نبی، **مذکرات شاہد للقرن "الطالب"**، ص:82،83۔

[27]۔ ترکی رابح، ص:153۔154۔

[28]۔ ایضا، ص:38 تا 51۔

[29]۔ الجیلالی، عبد الرحمن بن محمد، **تاریخ الجزائر العام**۔۔۔(بیروت: ط:4، دار الثقافۃ، 1980ء)، جلد:4، ص:349۔

[30]۔ امیر خالد الہاشمی 1875ء کو دمشق میں پیدا ہوئے، الجزائری عوام کے حقوق کے لئے آواز اٹھائی اور سیاسی تنظیم قائم کی، الاقدام کے نام سے ایک اخبار جاری کیا

[31]۔ ترکی رابح، **الشیخ عبد الحمید بن بادیس**، ص:57،58۔

[32]۔ الفاسی علال، **الحرکات الاستقلالیۃ فی المغرب العربی**، (الجزائر: مطبعۃ الرسالہ، الرباط، 1980ء)، ط:4، ص 11۔

[33]۔ العقاد، **المغرب العربی**، ص:293۔

[34]۔ ترکی رابح، **الشیخ عبد الحمید بن بادیس**، ص:65۔

[35]۔ شیخ مصالی 1898 کو الجزائر کے علاقے تلمسان میں پیدا ہوئے، غربت کی وجہ سے وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ انھوں نے سٹار آف ساؤتھ افریقہ کے نام سے تنظیم بنائی، جب اس پر پابندی لگی تو 1933ء میں دوبارہ اس کی تجدید کی، اس پر بھی پابندی لگی تو پیپلز پارٹی الجزائر بنا کر اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ انھوں نے کئی جرائد کا اجراء کیا، کئی مرتبہ جیل جا چکے ہیں۔

1974ء کو فرانس میں وفات پاگئے۔ ان کی تفصیلی بائیو گرافی کے لئے دیکھئے: العقاد، **المغرب العربی**، ص:299-300 اسی طرح ویکی پیڈیا کے درج ذیل لنک پر تفصیلی مضمون موجود ہے:

https://en.wikipedia.org/wiki/Messali_Hadj

[36]۔ العقاد، **المغرب العربی**، ص:318۔

[37]۔ ایضا، ص:319۔

[38]۔ ایضا، ص:388 اور 394۔

[39]۔ ایضا، ص:394-395۔

[40]۔ چارلس ڈیگال 1890ء میں پیدا ہوئے، وہ فرانس پانچویں جمہوریہ کے پہلے صدر تھے۔ وہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سیاست سے کنارہ کش ہوئے اور برطانیہ چلے گئے۔ 1947ء میں جرمنی کی شکست کے بعد وطن واپس ہوئے اور دوبارہ سیاست میں فعال ہوئے۔ 1958ء میں جب فرانس داخلی انتشار اور سیاسی بدنظمی کی وجہ سے بحران کا شکار تھا تو انھیں وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ انھوں نے فرانس کا نیا آئین مرتب کیا۔ جنوری 1959ء میں صدر منتخب ہوئے اور دس سال تک ملک کے صدر رہے۔ انھی کے دور میں الجزائر کو آزادی ملی۔ صدر چارلس ڈیگال کی تفصیلی تعارف کے لیے دیکھئے: **چارلس ڈیگال**/https://ur.wikipedia.org/wiki

[41]۔ تفصیلات کے لئے دیکھیے: العقاد، **المغرب العربی**، ص:416 ومابعد۔

[42]۔ عاصی ابراہیم، **جلسة مفتوحة مع مالک بن نبی** (بیروت: مؤسسۃ الاقصیٰ، 1973ء)، ص:8۔

[43]۔ مالک بن نبی، **مذکرات شاهد القرن**، ص:17، 25، 26، 61 تا 65۔

[44]۔ بن نبی، **مذکرات شاهد للقرن**، ص:11-18۔

[45]۔ ایضا، ص:133، 140۔

[46]۔ اپنے آبائی گاؤں اور وہاں کے سکول کے واقعات کی تفصیل کے لئے پڑھئے: مذکرات شاہد للقرن، ص:26 تا 50۔

[47]۔ ایضا، ص:11 تا 32۔

[48]۔ سابقہ مصدر، ص:70-71۔

[49]۔ ایضا، 105-106۔

[50]۔ ایضا، 153۔

[51]۔ فرانسیسی ادیب اور ناول نگار تھے جو 1852 میں پیدا ہوئے اور 1935 میں وفات پائے۔

[52]۔ ایضا، ص:106۔

[53]۔ ایضا، 109-110۔

54۔ سیشیلز یا جمہوریہ سیشیلز (انگریزی: Republic of Seychelles، فرانسیسی: République des Seychelles) ڈیڑھ سو جزیروں پر مشتمل مشرقی افریقہ کے ملک تنزانیہ سے 1500 کلومیٹر دور بحر ہند میں واقع ایک ملک ہے۔ 451 مربع کلومیٹر کے اس ملک کا دار الحکومت وکٹوریا ہے۔

55۔ مالک بن نبی، **مذکرات شاهد للقرن**، ص: 151۔

56۔ ایضا، ص: 161۔

57۔ احمد رضا بیگ ترک دانشور تھے، فرانس میں رہتے تھے جہاں سے "مشورت" کے نام سے ایک جریدے کا اجراء کیا، بعد میں ترکی واپس آئے اور عثمانی سلطنت کے اس وقت کے پارلیمنٹ کے صدر اور دیگر اہم حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔

58۔ شیخ محمد عبدُہ (1849ء-1905ء) مصری مسلم عالم، محقق، مفتی اعظم، مصلح اور مصنف تھے۔ اُنہیں شیخ جمال الدین افغانی سے تلمذ حاصل تھا۔ اُنہیں مصر کا تاریخ ساز اور اصلاح کا داعی اور عظیم شخصیت تصور کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرانس میں جمال الدین افغانی کے ساتھ مل کر مجلہ "العروۃ الوثقیٰ" کا اجراء کیا۔

59۔ **مذکرات شاهد للقرن**، ص: 106۔

60۔ عبد الرحمن الکواکبی (1855-1902) انیسویں صدی کے ان مفکرین میں ہیں جنہوں نے بیداری امت کے لئے بہت کام کیا۔ وہ شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ ان کی وجہ شہرت ان کی معروف کتاب "طبائع الاستبداد ومصارع الاستعباد" ہے۔ مختلف ایشیائی اور افریقی ممالک گئے اور آخر کار مصر میں جا بسے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کے حالات زندگی کے بارے میں تفصیل پڑھئے: کحالۃ، عمر رضا، **معجم المؤلفین**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ط: 1، (1993) ج: 2، ص: 72، 73۔

61۔ IsabelleWilhelmineMarieEberhardt سوئٹزر لینڈ کی لکھاری خاتون تھیں، اسلام قبول کیا اور ایک الجزائری مسلمان سے شادی کی۔ مالک بن نبی نے اپنی خود نوشت میں مختصر تذکرہ کیا ہے۔ دیکھئے: **مذکرات**، ص: 148۔ ان کے تفصیلی تعارف کے لیے دیکھئے: **https://en.wikipedia.org/wiki/Isabelle_Eberhardt**

62۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں *Dans l'ombrechaude de l'Islam* کے نام سے 1906 میں پیرس سے شائع ہوئی ہے۔

63۔ ایضا، 149-150۔

64۔ **مذکرات شاهد للقرن، قسم الطالب**، ص: 9 تا 11۔

65۔ ایضا، ص: 79۔

66۔ ایضا، ص: 80۔

67۔ ایضا، 114 اور 115۔

[68]۔ بن نبی نے اس مسئلے کے حل کی بہت کوشش کی اور بڑے بڑے لوگوں سے سفارش بھی کروائی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اس ضمن میں بن نبی نے اپنی خود نوشت میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ دیکھئے: **مذکرات، قسم الطالب**، ص:226تا250۔

[69]۔ ایضا، ص؛77۔

[70]۔ ایضا، ص:25۔

[71]۔ ایضا، ص:41-43۔

[72]۔ ان واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھئے: **مذکرات**، ص:206-207۔

[73]۔ لویس چارلس جوزیف بلائریو(1872-1936)فرانسیسی ہوا باز اور سائنس دان تھے جنھوں نے بغیر انجن کے پہلا بادبانی جہاز بنایا تھا۔ تفصیلی تعارف کے لئے دیکھئے:**https://en.wikipedia.org/wiki/Louis_ Blériot**

[74]۔ مذکرات، ص:219۔

[75]۔ اس نوجوان دوست کا نام رونیہ تھا، اس کے ساتھ دوستی اور دیگر واعات کی تفصیل کے لئے دیکھئے: ایضا، ص:213، 214۔

[76]۔ ایضا، ص:328-330۔

[77]۔ ایضا، ص:236۔

[78]۔ خدیجہ کا تعلق پیرس کے مضافاتی گاؤں دروکس سے تھا جہاں ان کی امی رہتی تھیں، وہ بن نبی کو اپنی والدہ سے ملوانے کے لئے لے کر گئی۔ اس سفر اور گاؤں کی زندگی کے بارے میں ان کے مشاہدات کی تفصیل دیکھئے: **مذکرات**، ص: 373-376۔

[79]۔ مالک بن نبی، **فکرۃ کومنولث اسلامی**، ترجمہ الطیب شریف (بیروت، لبنان: دار الفکر المعاصر، ط:2، 2000ء)۔

[80]۔ عربی الاصل ہونے کے باوجود چونکہ ان کی ابتدائی تعلیم فرانسیسی سامراج کے زیر قبضہ الجزائر اور بعد میں فرانس میں ہوئی اس لئے انھیں عربی میں لکھنے میں دقت ہوتی تھی چنانچہ ان کی اکثر کتابیں بنیادی طور پر فرانسیسی میں لکھی گئی ہیں جن کو بعد میں ماہر مترجمین نے عربی میں منتقل کیا۔ قاہرہ منتقلی کے بعد انھوں نے عربی پر اپنی دسترس مضبوط کرلی تو کئی کتابیں براہ راست عربی میں تحریر کیں۔ (مقالہ نگار)

[81]۔ العویسی، عبد اللہ بن حمد، **مالک بن نبی، حیاتہ وافکارہ** (لبنان: الشبکۃ العربیۃ للابحاث والنشر، ط:1، 2016ء)۔ ص: 233، 234۔